دور حاضر میں بچوں کی شخصی اور اخلاقی تربیت کے حوالے سے والدین کی ذمہ داریاں، قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Responsibilities of Parents Regarding the Personal and Moral Training of Children in Contemporary Times. Analytical Study in the light of Quran and Sunnah

Dr. Muhammad Zahid Ullah
Assistant Professor, Islamic Studies
Karnal Sher Khan Cadet College Ismaila Swabi
Email: zahidislamian786@gmail.com

Abstract
Every human being in the world whether he is a Muslim, or a non-Muslim has the desire that they should be blessed like children and that they too should be obedient to their parents. Along with this, they also want their children to get proper education. There is no doubt that human beings have this desire and to some extent try to ensure that their children should be leaders and successful in every field of life. But on the other hand, if we look at how much effort parents put in for the proper training and success of their children, then it will not be wrong to say that many parents are neglecting the proper training of their children at this time. No one has time, no one even knows how to train their children, similarly, some lack self-training and some come home to their children after years, Therefore, there is a lot of deficiency in this field. Due to the lack of training, mischief is being caused in society today.
Therefore, in this article, the responsibilities of parents regarding the personal and moral education of their children have been described in the light of the Qur'an and Sunnah, so that every human being considers it his duty to educate his children and try to make them moral.
Keywords: Responsibilities, Parents, Personal and Moral Training, Contemporary Times, Quran, and Sunnah

مقدمہ

اولاد ایک بڑی نعمت ہے اسی اولاد کی وجہ سے انسان کی نسل کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ اگر کسی کی اولاد نہ ہو تو ان کا خاندان ختم ہو جاتا ہے اس لئے اسلامی معاشرہ میں اولاد کو ایک خصوصی مقام حاصل ہے اور اولاد کو نعمت عظمیٰ قرار دیا ہے، اور اس کا ثبوت قرآن وسنت سے واضح طور پر معلوم ہے۔ اولاد ہی انسانی شخصیت کی توسیع کا مظہر اور ذریعہ ہے جس کی وجہ سے انسان فطری طور پر اولاد کی خواہش رکھتا ہے۔ اور اس کو اپنی خوشی اور مسرت کا ذریعہ جانتا اور مانتا ہے۔ جس طرح انسان کے لیے مال کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے لیے خوشی کا باعث ہے اسی طرح اولاد بھی خوشی اور زینت کا باعث ہے۔[1]

قرآن کریم میں اولاد کی خوشی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"ا لْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا "[2]،

مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی رونق ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم نے اولاد کو نعمت مدد کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

" وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ ۔"[3]

" اور تمہیں مال اور بیٹوں کی کثرت دی"۔

ایک اور مقام پر قرآن کریم نے اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔

"وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا "۔[4]

" اور جو عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب ہماری بیویوں او ہماری اولاد سے ہمیں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔"[5]

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں پر قرآن نے اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک کہا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک اس وقت بنے گی جس وقت والدین کے اطاعت گزار ہونگے اور اور والدین کے اطاعت گزار بھی اس وقت بنیں گے جب ان کی شخصی اور اخلاقی تربیت کی گئی ہو گی۔ پھر وہ دوسروں کے لئے بھی ہدایت اور رہبری کا ذریعہ بھی بنیں گے۔ اس کے برعکس اگر اولاد صالح اور پرہیز گار نہ ہو تو تسکین وراحت کے بجائے اذیت اور تکلیف کا باعث بنتی ہے اور اولاد کو صحیح صرف تربیت کے ذریعہ سے ہی بتایا اور سکھایا جاسکتا ہے جس سے تربیت کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

" ما من مولود الا یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودا نہ اوینصرانہ اویمجسانہ کما تنتج البھیمة بھیمة جمعاء ھل تحسون فیھا من جدعاء۔"[6]

" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی، یا مجوسی بناتے ہیں جیسے جانور صحیح سالم بچہ جنم دیتا ہے کیا اس میں تمیں کوئی کان کٹا ہوا نظر آتا ہے۔"

اس روایت میں والدین کی تربیت کی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ ابتداء بچہ دین فطرت یعنی اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ والدین اپنی اولاد کی جیسی تربیت کریں گے اولاد ویسی ہی ہو گی۔ اگر اسلامی اصولوں کے مطابق اچھی تربیت کریں گے تو اولاد نیک اور صالح

ہو گی اور اگر بری اور غیر شرعی طریقہ سے تربیت کریں گے یا ان کی تربیت کی طرف دھیان نہیں کریں گئے تو اولاد گمراہی اور بے راہ روی کا شکار ہو گی۔

اولاد ہی کسی قوم کا سب سے قیمتی سرمایہ ہوتی ہے اور قوم کی مستقبل ان بچوں کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ اس لیے بچوں کی تربیت جتنی عمدہ ہو گی قوم کا مستقبل اتنا ہی روشن ہو گا کیونکہ بچہ اپنی ابتدائی زندگی میں گیلی مٹی کی طرح ہوتا ہے اسے جس سانچہ میں ڈالا جائے اس طرح ہی بنے گا اور ابتدائی زندگی پتھر پر نقش کی مانند ہوتی ہے کہ جو تربیت دی جائے وہ اس کے ذہن میں پختہ ہو جاتی ہے، اس لیے بچپن میں تربیت جتنی اعلی اور قوی ہو گی مستقبل میں نتائج اتنے ہی عمدہ ہو نگے۔

مختصر الفاظ میں یہ کہنا بہت مناسب ہو گا کہ کسی بچے کا مستقبل اس کے بچپن کی تربیت پر منحصر ہے اور معاشرہ اور قوم کی ترقی کا دارو مدار اپنے بچوں پر منحصر ہے تربیت اور ترقی کے اس تعلق کی بنیاد پر کسی معاشرے میں تربیت کی ضرورت واہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالی نے اس جہان میں کوئی بھی مخلوق یا چیز عبث اور بے مقصد پیدا نہیں کی بلکہ ہر مخلوق کی پیدائش اور تعلق کا الگ الگ مقصد ہے اور ان تمام مخلوقات میں انسان کو اشرف المخلوقات کے درجہ پر فائز فرمایا اور اس کی تخلیق کا ایک خاص مقصد ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

" اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۔"[7]

"تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں"۔

اس سے واضح ہوا کہ انسان کی تخلیق کا ایک خاص مقصد اور حکمت ہے جس کے بارے میں انسان سے پوچھا جائے گا اور کامیاب انسان وہی ہو گا جو اس مقصد تک پہنچے گا اور اس مقصد تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ ہے جو کہ تعلیم وتربیت ہے جس تک رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کو بمعہ کتب سماوی مبعوث فرمایا اس کے ساتھ ساتھ انسان کو عقل وشعور کی دولت سے سرفراز فرمایا تاکہ وہ صحیح اور درست راستہ کا انتخاب کر سکے اور اپنی منزل مقصود تک پہنچ پائے۔

انسان کی تربیت کے مختلف مقاصد ہیں لیکن ان میں جو سب سے اہم مقصد اور ہدف ہے وہ ہے قرب خداوندی اور یہی مقصد اصل اور حقیقی مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ "۔[8]

"اور میں نے جن اور آدمی اس لیے بنائے کہ میری بندگی کریں"۔

مذکورہ آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد قرب خداوندی ہے اور یہی تربیت کا مقصد اولین ہے۔ کہ انسان سب سے پہلے اپنے رب اور خالق ومالک کو پہچانے۔ اس کے بعد پھر اس کی مکمل اطاعت کرے۔

احادیث مبارکہ میں تربیت کا مفہوم

اولاد کی تربیت کے حوالے سے احادیث مبارکہ میں بار بار تاکید فرمائی گئی ہے اور والدین کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ والدین اولاد کی سب سے پہلی درسگاہ اور تربیت گاہ ہوتی ہے۔ اگر والدین توجہ نہ دیں تو پھر اولاد کا بعد میں تربیت حاصل کرنا یا مؤدب بننا کافی مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں فرمایا:

"عن ابن عباس قالو ۔ یارسول الله ، قد علمنا ماحق الوالد فماحق الولد ، قال ان یحسن اسمه ویحسن ادبه"[9]

ابن عباس سے روایت ہے۔ صحابہ نے عرض کیا" یارسول اللہ! والدین کے حقوق تو ہم نے جان لیے، اولاد کے کیا حقوق ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، یہ کہ اس کا اچھا نام رکھا جائے اور اس کی اچھی تربیت کرے۔"

"عن عبدالله بن مسعود قال ۔ قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ادبنی ربی فاحسن تادیبی"۔[10]

ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: "مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور بہت اچھا ادب سکھایا"

" ما نحل والد افضل من ادب حسن "۔[11]

فرماتے ہیں:

"حسن ادب سے بہتر کسی باپ نے اپنے بیٹے کو تحفہ نہیں دیا۔

"عن انس بن مالک قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من عال جارتیین حتی تبلغا جاء یو م القیامة اناوهو ،وضم اصابعه "

انس بن مالک نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے: "جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی حتی کہ وہ بالغ ہو گئیں تو بروز قیامت میں اور وہ ایک ساتھ ہوں گے اور انگلیوں کو ملایا۔"[12]

اوپر ذکر کی گئی احادیث مبارکہ اور اسی طرح دیگر احادیث سے اولاد کی تربیت کی اہمیت اور ضرورت واضح طور پر معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی اولاد کی تربیت کی طرف خصوصی توجہ دیں۔ ذیل میں ہم والدین کی چند اہم ذمہ داریوں کو بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

باہمی گفتگو اور ملاقات کے حوالے سے والدین کی ذمہ داریاں

معاشرتی زندگی میں اولاد کی تربیت کے حوالے سے جہاں والدین کی بہت سے ذمہ داریاں ہیں وہاں پر ایک اہم ذمہ داری بچوں کو حسن گفتار کے لحاظ سے تربیت بھی ہے۔ حسن گفتار سے مراد گفتگو اور بات چیت کا خوب صورت انداز ہے۔ اور یہی انداز گفتگو ہی کسی انسان کے اخلاق وکردار کو جانچنے اور پرکھنے کا پہلا اور اہم ذریعہ ہے، کوئی بھی انسان جب گفتگو کرتا ہے تو اس کے کلام سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ اس لحاظ سے یہ والدین کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم اور اولین ذمہ داری ہے۔ اور انسان کا یہی انداز گفتگو اور تخاطب کا سامعین پر بہت گہرا اثر ہوتا ہے۔ اچھی گفتگو کا اثر بھی اچھا ہوگا اور نازیبا و نامناسب گفتگو سامعین کو اکتاہٹ وبیزاری کا شکار کر دیتی ہے۔ اسلام ایک ایسا مکمل دین ہے کہ جہاں اس نے انسان کو محبت اخوت اور احترام وعزت کے جذبے دلوں میں پیدا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے وہیں پر ایسی باتوں اور گفتگو سے منع کیا گیا ہے جس سے دوسرے انسان تکلیف کا شکار ہوں اور جن سے معاشرہ میں بے چینی وبے سکونی کا ماحول پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا"[13]

"اور لوگوں سے اچھی بات کہو"۔

ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

" من كان يومن بالله واليوم الاخر فليقل خيرا، او ليصمت"[14]

"جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔"

مذکورہ آیت اور حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ گفتگو کا ایک انسان کی زندگی وکردار میں کیا حیثیت ہے۔ اس لیے حسن گفتار کی تلقین کی گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی انسان کی حیثیت اس کی گفتار سے واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالی نے انسان کو مختلف اعضاء سے ایک مکمل جسامت عطا کی ہے اور اس جسم میں ہر عضو کا اپنا اپنا کام اور ذمہ داری ہے۔ انسانی جسم میں ایک اہم عضو زبان ہے اور یہی زبان ہی انسان سے گفتگو اور بات چیت کا ذریعہ ہے۔ اس لیے بہترین گفتگو اور تکلم کے لیے ضروری ہے کہ زبان کا استعمال بہت احتیاط اور خوبصورتی سے کیا جائے۔ کیونکہ جہاں زبان سے اچھے اعمال یعنی ذکر اذکار اور خوب صورت گفتگو بات چیت کی جاتی ہے وہیں پر فحش کلامی، گالی گلوچ اور غیبت جیسی کئی برے اعمال کا ذریعہ بھی زبان ہے۔ زبان کی حفاظت اور اس کے استعمال کے بارے میں قرآن وحدیث نے ہماری رہنمائی کی ہے۔

قرآن میں ارشاد فرمایا۔ "مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۔"[15]

"وہ زبان سے کوئی بات نہیں نکالتا مگر یہ کہ ایک محافظ فرشتہ اس کے پاس تیار بیٹھا ہوتا ہے۔"

اس لئے ہر انسان جو کچھ منہ سے نکالتا ہے فرشتے اس کی ہر بات کو نوٹ کر کے محفوظ کر لیتے ہیں۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

إذا أصبحَ ابنُ آدمَ فإنَّ الأعضاءَ كلَّها تُكفِّرُ اللِّسانَ فتقولُ اتَّقِ اللَّهَ فينا فإنَّما نحنُ بِك فإن استقمتَ استقمنا وإن اعوججتَ اعوججنا۔"[16]

"جب انسان صبح بیدار ہوتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کے سامنے فریاد کرتے ہیں کہ اللہ سے ہمارے معاملے میں ڈرو کیونکہ اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔"

وفي هذا الحديثِ يقولُ النَّبيُّ صلَّى اللهُ علَيه وسلَّم: "إذا أصبَح ابنُ آدَم"، أي: بدَأ يَومَه واستعدَّ له، "فإنَّ الأعضاءَ كلَّها"، أي: أعضاءَ الجسَدِ؛ مِن عَينين وأُذنين، ويدَين وقدَمين، وغيرِ ذلك، "تكفِّرُ اللِّسانَ"، أي: يَخضَعون ويتَذلَّلون له، من التَّكفيرِ الذي هو انحناءُ الرَّأس وطَأْطَأتُه قريبًا من الركوعِ كما يَفعَلُ مَن يُريدُ تَعظيمَ صاحبِه، وقيل: معنى "تُكفِّر اللِّسانَ"، أي: تُنزِّلُ الأعضاءُ اللسانَ مَنزِلةَ الكافرِ بالنِّعمِ، "فتَقولُ"، أي: لِلِّسانِ، "اتَّقِ اللهَ فينا"، أي: كُنْ على خوفٍ مِن اللهِ؛ "فإنَّما نحن بك"، أي: إنَّنا مَجْزيُّون بالثَّوابِ أو العِقابِ بما تقولُه مِن كلامٍ، وقيل: مُتابِعون لك في الخيرِ والشَّرِّ، "فإنِ استقمتَ"، أي: كنتَ مستقيمًا؛ بقلَّةِ الكلامِ ونطَقتَ بالكلامِ الطَّيِّبِ، والابتعادِ عمَّا فيه إثمٌ؛ مِن غِيبةٍ ونميمةٍ وكذِبٍ، وانشغَلْتَ بذِكرِ اللهِ، "استقَمنا"، أي: تَبِعناك في تلك الفضائلِ والأجْرِ، "وإن اعوجَجْتَ"، أي: كنتَ مائلًا مخالِفًا للطَّريقِ المستقيمِ والهُدى "اعوجَجْنا"، أي: مِلْنا معك، وكنَّا بذلك مخالِفين لِما فيه الهُدى والصَّلاحُ؛ وذلك لأنَّ اللِّسانَ تَرجُمانُ القلبِ، وهو المظهِرُ لمكنونِ النَّفسِ؛ مِن صلاحٍ أو فَسادٍ، فبما يَنطِقُ اللِّسانُ يُجازَى الإنسانُ؛ وبهذا يُجمَعُ بين هذا الحَديثِ وبينَ قولِ النَّبيِّ صلَّى الله عليه وسلَّم: "إنَّ في الجسَدِ مُضغةً، إذا صلَحَتْ صلَح الجسَدُ كلُّه، وإذا فسَدَتْ فسَد الجسَدُ كلُّه؛ ألَا وهي القلبُ"؛ فصَلاحُ القلبِ أو فَسادُه يَظهَرُ في مَنطوقِ اللِّسانِ.

یعنی تمام اعضاء کا تعلق زبان کے ساتھ اس طرح ہے کہ اگر زبان سے کسی کو تکلیف پہنچائی تو اس کا دفاع ہاتھ، پاؤں اور دوسرے اعضاء کو کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے زبان کے استعمال میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے والدین کی ذمہ داری ہے۔ کہ وہ اولاد کو ایسی گفتگو اور تکلم سکھائیں جو ان کے لیے بھی فائدہ ہو اور معاشرے کے لیے بھی باعث خوشی ومسرت ہو۔

سچی بات کا حکم اور جھوٹی بات سے اجتناب

اولاد کی تربیت کا ایک اہم جز ان کی بولنے کے حوالے سے تربیت کرنی ہے یعنی وہ ابتداء سے ہی ایسی گفتگو کرے جو جھوٹ سے پاک اور سچ پر مشتمل ہو اس لیے یہ والدین کی بھی پہلی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کو تربیت دیتے ہوئے اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ وہ بچوں کو سچ بولنا اور جھوٹ سے بچنا سکھائیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:" وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ "[17]۔اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔

ایک روایت میں آپ ﷺ کا قول منقول ہے۔ فرمایا:

"ان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنة وان الرجل لیصدق حتی یکون صدیقا ، وان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا۔"[18]

"بلاشبہ سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کہلاتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

جھوٹ کے جہاں دینی نقصنات یعنی اللہ ورسول کی نارضگی اور نافرمانی کا باعث ہے دہاں پر دنیاوی نقصانات ہیں۔ اس طرح کہ آدمی دوسرے لوگوں میں اپنا اعتبار کھو بیٹھا ہے اور کوئی اس پر اعتماد نہیں کرتا۔ اس حدیث پاک سے یہی سبق حاصل ہوتا ہے کہ جہاں بار بار جھوٹ بولنے سے انسان اللہ کی بارگاہ میں جھوٹا شمار ہو جاتا ہے بلکل اس طرح لوگ بھی جھوٹے شخص پر اعتبار کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور انسان معاشرے میں جھوٹے کے لقب سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔

2۔غیبت اور بہتان سے بچنے کی تلقین کرنا

معاشرے میں ایک بڑا مسئلہ دوسروں کی غیبت اور بہتان تراشی بھی ہے۔ اس لئے بچوں کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ شروع سے ہی ان چیزوں سے ایسی نفرت کرے کہ ان کے قریب بھی نہ جائے۔ قرآن و حدیث میں غیبت اور بہتان تراشی کو گناہ کبیرہ میں سے شمار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًاؕ-اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُؕ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ "[19]

اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں ناپسند ہو گا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے

مسلمانوں کو غیبت سے منع فرمایا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس لیے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیبت سے مراد کسی انسان میں موجود خامی یا کمزوری کو اس کی غیر موجودگی میں بیان کرنا۔ غیبت کرنا انتہائی برا فعل ہے اور قرآن مجید میں اس کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ غیبت کتنی بری چیز ہے۔ اس طرح احادیث مبارکہ میں بھی غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے والا کہا گیا ہے اس لیے ہر والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو بتائیں کہ گفتگو کے دوران غیبت سے اجتناب کریں کہ دوران گفتگو نہ کسی کی غیبت کریں اور نہ ہی کسی کی غیبت سنیں۔ جس طرح جھوٹے شخص پر لوگ اعتماد نہیں کرتے اسی طرح غیبت کرنے والوں سے لوگ نفرت کرتے ہیں اور وہ معاشرے میں برے آدمی کے طور پر جانا جاتا ہے۔

اسی طرح غیبت کے ساتھ ساتھ بہتان سے بھی بچنے کی تلقین کرنی چاہیے۔ بہتان غیبت سے بھی بری چیز ہے کیونکہ غیبت انسان میں موجود برائی کا ذکر ہوتا ہے جب کہ بہتان سے مراد ایسا قول و فعل ہے جو کسی انسان میں موجود نہ ہونے کے باوجود اس کی طرف منسوب کیا جائے۔ بہتان لگانے سے انسان کی شخصیت مجروح ہو جاتی ہے اور انسان کی تذلیل کا باعث ہے۔ بہتان بھی اصل میں جھوٹ کی قسم سے ہے جس نے بہتان لگانے والا شخص اپنی عزت و قار کھو بیٹھتا ہے۔

بے ہودہ گفتگو سے بچنے کی تلقین کرنا

آج کل معاشرے میں نوجوان نسل انتہائی بے راہ روی کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ باتوں باتوں میں ایک دوسرے کو گلیاں دینا ان کی گفتگو کا شیوہ بن گیا ہے۔ حالانکہ کسی کو گالیاں دینا یا کسی کو برا بھلا کہنا ایک برا اور سخت ناپسندیدہ کام ہے اسلام نے گالیاں دینے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

" وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍؕ-كَذٰلِكَ زَیَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ۪-ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ـ"[20]

" اور اُنہیں برا بھلا نہ کہو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ زیادتی کرتے ہوئے جہالت کی وجہ سے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے یونہی ہم نے ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل کو آراستہ کر دیا پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے تو وہ انہیں بتادے گا جو وہ کرتے تھے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے بتوں کو گالی نہیں دینی چاہیے ورنہ بدلے میں وہ اللہ اور رسول کی شان میں بے ادبی کریں گے۔ تو کسی مسلمان کو کیسے گالی دی جا سکتی ہے۔ نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے۔

"عن عبد الله بن مسعود ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر"[21]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " :مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔یعنی مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اس طرح گفتگو کے دوران گالیاں دینا ایک نازیبا اور فحش عادت ہے۔لوگ ایسے شخص کی گفتگو سے نفرت کرتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں۔

صبر و تحمل اور اعمال میں اخلاص کی تلقین کرنا

موجودہ معاشرے میں زندگی کے ہر مرحلے میں بار بار پیش آنے والے واقعات اور حوادثات کے حوالے سے بچوں کی اخلاقی تربیت کے حوالے سے ضروری ہے کہ ان کو صبر و تحمل اور اس طرح ہر کام میں اخلاص کو مد نظر رکھنے کی تلقین اور تربیت کرنی کی ضرورت ہے۔ دراصل اخلاص اعمال میں ایک بنیادی وصف ہے جس کی بغیر کوئی بھی عمل نتیجہ خیز نہیں ہوتا کوئی بھی جتنی خوب صورتی سے کیاجائے اگر اخلاص سے خالی ہے تو وہ بے فائدہ اور فضول ہے۔اخلاص سے مراد ہے کہ کسی بھی نیک عمل میں محض رضائے الٰہی حاصل کرنے کا ارادہ کرنا۔[22]

آپ ﷺ نے فرمایا۔" ان اللہ لا یقبل من العمل الا ماکان لہ خالصاً وابتغی بہ وجھہ۔"

"اللہ تعالی کوئی بھی عمل قبول نہیں کرتا مگر جو خالص اس کی رضا کے لیے کیاجائے۔"[23]

اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف اعمال نہیں بلکہ اعمال میں اخلاص پسند ہے۔ اخلاص ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے اعمال قبول ہوتے ہیں۔

اخلاص دراصل انسان کا دلی شوق اور لگن ہے جس کی بنیاد وہ اعمال سرانجام دیتا ہے۔کسی بھی عمل میں جب اخلاص کا فقدان ہو تو وہ عمل نامکمل رہتا ہے۔زندگی کے کسی شعبہ میں دیکھا جائے تو اخلاص کا ہر عمل اور شعبہ میں دخل ہے اس بناپر والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اخلاص کی اہمیت وفضلیت سے آگاہ کریں اور رہنمائی کریں کہ ہر عمل میں اخلاص کو لازم جانیں۔ تاکہ وہ اپنی عملی زندگی میں معاشرے کے لیے سود مند کام سرانجام دے سکیں۔اب اخلاص کو کیسے پیدا کیاجائے اس کے لئے ضروری ہے کہ شروع سے ہی نیت کی درستگی کی تلقین کی جائے۔کیونکہ اخلاص میں سب سے پہلا مرحلہ نیت کا ہوتا ہے انسان کی نیت میں اخلاص کا ہوناضروری ہے وگرنہ اس کا کیاہوا عمل رائیگاں جائے گا۔اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

" وَ مَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۔"[24]

اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی عبادت کریں، اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے، ہر باطل سے جدا ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں اور یہ سیدھا دین ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''بے شک اللّٰہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا کرتا ہے۔[25]

اخلاص پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس میں جو بھی عمل کیا جائے وہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہو اس میں دنیوی اغراض و مقاصد شامل نہ ہوں۔ انسان اگر کسی کے ساتھ بھلائی کرتا ہے یا اس کی کسی طرح مالی مدد کرتا ہے تو اس کے بدلے کا ارادہ نہ ہو کہ کسی دن یہ انسان بھی میری مدد کرے گا بلکہ اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا لازمی ہے۔ اخلاص پیدا کرنے کی ایک بہترین صورت یہ ہے کہ انسان اخلاص کے فضائل کو یاد رکھے اور یہ ذہن نشین رکھے کہ اخلاص کے بہت سے فضائل ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ریاکاری اور دکھلاوے کا نقصان ذہن میں رکھے کہ اخلاص سے خالی اور ریاکاری و دکھاوے سے بھرپور عمل ناقابل قبول ہے اور اللہ کی ناراضگی و غضب کا سبب ہے جبکہ اخلاص سے کیا گیا تھوڑا سا عمل بھی قبول اور پسندیدہ ہے۔

اخلاص کے فضائل بے شمار ہیں اور کوئی بھی چھوٹا عمل جس میں اخلاص ہو ہر اس بڑے سے بڑے عمل سے بہتر ہے جس میں اخلاص کے بجائے دکھاوا ہو۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

"عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ :يَارَسُولَ اللهِ، أَوْصِنِي قَالَ " :أَخْلِصْ دِينَكَ يَكْفِيكَ الْقَلِيلُ مِنَ الْعَمَلِ ۔"[26]

"حضرت معاذ بن جبل نے حضور ﷺ سے عرض کی جب وہ یمن کی طرف مبعوث ہوئے کہ یارسول اللہ مجھے وصیت کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اپنے دین کو خالص کریں تیرا تھوڑا سا عمل بھی کافی ہو گا۔"

"عن سهل بن حنيف رضی الله عنه ان النبی علیه الصلاة والسلام قال من سال الله الشهادة بصدق، بلغه الله منازل الشهرا ،وان مات على فراشه"[27]

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مرتبہ پر فائز کرے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی وفات پائے۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہوا کہ ہر عمل کی قبولیت، اس کی عدم قبولیت کا دارومدار اخلاص اور صدق دل پر منحصر ہے۔ اس فضیلت و اہمیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے والدین کی ذمہ داری ہے کہ اولاد کی تربیت اس انداز میں

کریں کہ ان میں اخلاص کا سچا جذبہ پیدا ہوا اور جب وہ اپنی عملی زندگی میں قدم رکھیں تو وہ اخلاص سے معمور ہوں اور ان کا ہر عمل مبنی بر اخلاص ہو۔ اور ان کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کا رنگ واضح نظر آرہا ہو۔

اولاد کا اچھا نام رکھنا

والدین کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کا اچھا اور ذو معنی نام رکھے کیونکہ بچہ جہاں کہیں بھی ہو وہ اپنے نام سے پکارا اور پہچانا جاتا ہے۔ اس لیے اس ضمن میں والدین کی پہلی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولاد کا اچھا اور خوب صورت نام رکھیں کیونکہ نام کا انسانی شخصیت پر اثر ہوتا ہے اور احادیث میں اچھا نام رکھنے کی ترغیب اور برا نام رکھنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

"عن ابی الدردا ۔قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انكم تدعون يوم القيامة باسمائكم ،واسماء ابائكم ،فاحسنوا اسماءكم ۔"

"سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے آباء کے نام سے پکارے جاؤ گے۔ لہذا اپنے نام اچھے رکھا کرو"۔[28]

"عن ابی وهب حبشی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تسموا باسماء ،واحب الاسماء الى الله ،عبد الله وعبدالرحمن واصدقها حارث وهمام ، واقبحها حرب ومرة۔"

"حضرت ابو وہب حبشی سے مروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انبیاء کرام کے نام پر نام رکھا کرو اور اللہ کو سب سے پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے اور اسب سے اچھے نام حارث اور ہمام ہیں جبکہ سب سے برے اور قبیح نام حرب اور مرہ ہیں۔"[29]

اس طرح رسول اللہ ﷺ برے اور نامناسب نام کو تبدیل کرکے اچھا نام رکھتے تھے۔

"عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم غير اسم عا صية وقال انت جميلة۔"

"ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے عاصیہ (نافرمان)، کا نام تبدیل کیا اور فرمایا تم جمیلہ (خوب صورت) ہو۔"[30]

احادیث کے پیش نظر والدین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے نام رکھنے میں احتیاط سے کام لیں اور اس معاملے میں علماء سے مشورہ لیں اور کوشش کریں کہ انبیاء کرام صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کے اسماء کے نام پر نام رکھیں تاکہ ان اسماء کی برکتیں ان کی اولاد میں بھی ظاہر ہوں اور والدین اور معاشرے کے لیے خوشی بختی اور ترقی کا ذریعہ بنیں۔

بچوں کا عقیقہ کرنا

اگر ان کو اللہ نے استطاعت اور توفیق بخشی ہے تو اپنی اولاد کی طرف سے ان کا عقیقہ کریں۔ احادیث میں عقیقہ کی فضیلت وبرکات بیان ہوئی ہیں۔ بنی پاک ﷺ کا ارشاد ہے۔

"أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُحْلَقُ وَيُسَمَّى"[31]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :ہر لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلے گروی ہے، ساتویں روز اس کی طرف سے ذبح کیاجائے،اس کا سر منڈایاجائے اور اس کانام رکھاجائے۔"

" عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وآله وسلم عق عن الحسن والحسين كبشا كبشا:[32]

سیدناابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک ایک مینڈھے سے عقیقہ کیا۔

بچوں کے ساتھ محبت وشفقت کارویہ رکھنا

بچوں کو بچپن میں والدین کی محبت او شفقت ومہربانی کی بہت ضرورت ہوتی ہے اور بچوں کی نفسیات پر اس کا بہت گہرا اور مثبت اثر پڑتا ہے اس لیے والدین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ محبت شفقت اور نرمی کا معاملہ کریں، حضور ﷺ کی حدیث پاک ہے۔

"عن عائشہ رضی اللہ عنھا قالت ۔ جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال تقبلون الصبیان فما نقبلھم ۔فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم او املک لک ان نزع اللہ من قلبک الرحمۃ۔"

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہا آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم تو انہیں بوسہ نہیں دیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم نکال دیاہے تو میں کیا کر سکتاہوں۔"[33]

ان احادیث کی روشنی میں واضح ہوا کہ بچوں سے شفقت کرنا ان کا حق ہے اور والدین کی ذمہ داری ہے کہ ان سے محبت وشفقت سے پیش آئیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بچوں کو حد سے زیادہ پیار اور آرام سے رکھاجائے جس سے بچے بگڑ جائیں بلکہ اس میں میانہ روی اور تناسب رکھنا ضروری ہے اور ناجائز وغلط کام پر ہلکی اور تادیبی سزا بھی دینی چاہیے جیساکہ نماز کے معاملے میں ہے کہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کو ضرب لگاؤ۔ اس لیے والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان باتوں کاخیال رکھیں کہ بچوں کا حق بھی نہ ماراجائے اور ان کی ذمہ داری بھی پوری ہو۔

خلاصۃ البحث

بچوں کی اخلاقی اور شخصی تربیت کے حوالے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بچوں کی تربیت کے پہلو سے بنیادی کردار ان کے ان کے والدین کا ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ والدین کے علاوہ اساتذہ کرام، دینی علوم اور اچھے معاشرے اور مہذب معاشرے کا بھی بھی اہم رول ہوتا ہے لیکن والدین کے ساتھ ابتدائی بچپن سے ایک قریبی تعلق اور ربط ہونے کی بناء پر تربیت کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ ہو گا کیونکہ بچہ اپنی ابتدائی زندگی میں گیلی مٹی کی طرح ہوتا ہے اسے جس سانچہ میں ڈالا جائے اس طرح ہی بنے گا اور ابتدائی زندگی پتھر پر نقش کی مانند ہوتی ہے کہ جو تربیت دی جائے وہ اس کے ذہن میں پختہ ہو جاتی ہے، اس لیے بچپن میں تربیت جتنی اعلی اور قوی ہوگی مستقبل میں نتائج اتنے ہی عمدہ ہونگے۔ اس لئے والدین کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی شخصی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ تعلیم اور سماجی امور کی طرف بھی توجہ رکھیں۔ مختصر یہ کہ والدین اولاد کی حسن گفتار اور باہمی ملاقات کے حوالے سے تربیت کا اہتمام کرے۔ اس کے علاوہ بچوں کو سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی عادت ڈالیں تاکہ بڑے کو کر اپنی زندگی میں جھوٹ جیسی گناہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔ اس کے ساتھ ان کو صبر و تحمل اور اس طرح ہر کام میں اخلاص کو مد نظر رکھنے کی تلقین اور تربیت کرنی کی ضرورت ہے۔

مصادر ومراجع

[1] اسلام میں اولاد کے حقوق، صفحہ 4،

[2] (الکھف،46)

[3] (نوح،12)

[4] (الفرقان،76)

[55] اسلام میں اولاد کے حقوق، ص8

[6] ۔ صحیح مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ وحکم موت طفال الکفار واطفال مسلمین۔)

[7] سورۃ المؤمنون، 115۔

[8] سورۃ الذریات، آیت،56

[9] ۔(شعب الایمان للبیہقی حدیث، 8291)

[10] ۔۔(جامع الصغیر السیوطی، ص25)

[11] ۔(جامع ترمذی، ابواب البر والصلۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باب ماجاء فی ادب الولد۔)

[12] ۔(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب فضل الاحسان الی البنات۔)

[13] ۔(البقرہ،83)۔

[14] ۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان، حدیث 6475 مکتبہ شاملہ۔

[15] ۔۔(ق،18)

[16] ۔سنن الترمذی، امام ترمذی، حدیث رقم،2407۔

[17] سورۃ حج، آیت،30۔

[18] صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الادب، حدیث رقم،6094۔

[19] سورۃ الحجرات، آیت،12

[20] سورۃ الانعام، آیت،108۔

[21] صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب الایمان، حدیث رقم، 221۔

[22] احیاء العلوم، امام غزالی، باب ثانی، جلد5، ص107، مکتبہ المدینہ کراچی۔

[23] سنن نسائی، امام نسائی، کتاب، الجہاد، حدیث رقم،3140۔

[24] سورۃ البینۃ، آیت،5۔

[25] صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ، حدیث رقم،2564۔

[26] ۔المستدرک للحاکم،4/341۔

[27] حیح مسلم، امام مسلم، کتاب الامارۃ باب استحباب طلب الشھادۃ فی سبیل اللہ، حدیث رقم،1909۔

[28] سنن ابی داؤد، امام ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی تغییر الاسماء۔ حدیث،4948

[29] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی تغییر الاسماء حدیث 4950

[30] صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب الادب باب استحباب تغیر الاسم القبیح الی حسن، حدیث 2139۔

[31] سنن ابی داؤد، کتاب الضحایا، حدیث،2838۔

[32] بلوغ المرام، کتاب الاطعماۃ، حدیث،1138۔

[33] صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبلہ ومعانقتہ حدیث 5998